



سوال

جو شخص کسی مذہب پر نہیں چلتا بلکہ فقہاء کے اجماع پر چلتا ہے اس کا جواب کیا ہوگا، اور کیا اسے کسی معین مذہب پر چلنا ضروری ہے یا کہ اسے حکمران کے نافذ کردہ مذہب پر چلنا ہوگا، یا وہ اپنا کوئی شیخ اور مرشد بنا لے جس کی اقتدا کرتا رہے؟

جواب

ہمہ قسم کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے، اور دور و سلام ہوں اللہ کے رسول پر، بعد ازاں :

دلائل سے استدلال اور احکام استنباط کرنے میں لوگوں کی فہم اور ادراک اور قدرت و مختلف ہے، ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حق میں تقلید جائز ہے، بلکہ بعض اوقات اس پر واجب ہوگی، اور کچھ ایسے ہیں جو دلیل کے بغیر عمل نہیں کر سکتے

1- چنانچہ وہ طالب علم جس کے لیے اقوال میں تمیز کرنی اور رائج اور مرجوح اقوال کو معلوم کرنا ممکن ہے اس کے لیے رائج پر عمل کرنا لازم ہے، جو اس کے لیے رائج ظاہر ہوتا ہو

2- لیکن جس میں اس کی اہلیت نہیں تو اس کے لیے تقلید ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے دریافت کر لو (43)۔

اور وہ اس شخص کی بات مانے اور تقلید کرے جسے وہ علم و ورع اور تقویٰ میں افضل دیکھتا ہو، اس کے لیے کسی معین مذہب کی اتباع اور مسلک پر چلنا لازم نہیں، چاہے وہ اس ملک کا مسلک ہو، یا نہ ہو، بلکہ اسے کتاب و سنت کی دلیل دیکھ کر عمل کرنا ہوگا

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اس کی مثال اس عام آدمی کی ہے جس نے کسی شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا : زیور میں زکاۃ ہے، اور کسی دوسرے شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا : زیور میں زکاۃ نہیں، تو یہاں اس کے پاس دو رائے ہو گئیں تو وہ کس کی بات تسلیم کرے اور کس کی تقلید کرے؟

ہم کہیں گے : اسے اختیار ہے، لیکن اسے چاہیے کہ وہ اس کی بات مانے جو اس عالم کے ورع و تقویٰ کی بنا پر اقرب الی الصواب ہو اس پر چلے" انتہی

دیکھیں : شرح الاصول من علم الاصول (637)۔

لہذا عامی شخص دلائل میں اجتہاد نہیں کریگا، لیکن وہ کسی ایسے شخص سے اخذ کرنے اور لینے میں کوشش اور جدوجہد کریگا جو تقویٰ و ورع اور علم میں ید طولی رکھتا ہو

شاطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"جس طرح مجتہد کے لیے اکٹھی دو دلیلوں کی اتباع کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی بغیر اجتہاد کیے اور بغیر ترجیح دیے دونوں میں سے کسی ایک کی اتباع کرنی جائز نہیں، اسی طرح عامی شخص کے لیے بھی دو مقتضیوں کی اکٹھی اتباع کرنی، اور نہ ہی بغیر ترجیح اور اجتہاد کے کسی ایک کی اتباع کرنی جائز ہے



اور جب بھی ہم مقلدین کو یہ اختیار دے دیں کہ وہ ائمہ کے مذاہب سے جو انہیں لہجہ لگتا ہے وہ چن لیں، تو اختیار میں ان کے لیے اتباع شہوات کے علاوہ کوئی مرجع نہیں بچے گا، اور یہ چیز وضع شریعت کے مقصد کے منافی اور مخالفت و مناقض ہے "انتہی

دیکھیں: الموافقات (131/4).

اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ "الفقیہ والتفتہ" میں کہتے ہیں:

اگر کوئی قائل یہ کہے: اگر عام مستفتی یعنی سوال دریافت کرنے والے کو دو مفتی مختلف فتویٰ دیں تو کیا اس کے لیے تقلید جائز ہے؟

کہا جائیگا: اگر تو عامی شخص کی عقل میں اتنی وسعت ہے، اور اس کی فہم مکمل ہے کہ جب وہ سوچ و بچار کرے تو تو اس کی عقل میں آجائے، اور جب وہ سمجھایا جائے تو سمجھ جائے، تو وہ دو مختلف مسلک اور مذہب والوں سے دریافت کر سکتا ہے، اور ان کے مسلک اور ان کے دلائل کے متعلق دریافت کرے پھر اس کے نزدیک جو راجح ہو اسے لے لے

لیکن اگر اس کی عقل اس سے قاصر ہو، اور اس کی فہم مکمل نہیں، تو اس کے لیے ان دونوں میں سے افضل مفتی کی تقلید جائز ہے "انتہی

مستقل فتویٰ کمیٹی کے علماء سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

مذاہب اربعہ کی تقلید اور ہر حالات اور دور میں ان کے اقوال کی اتباع کرنے کا حکم کیا ہے؟

کمیٹی کے علماء کرام کا جواب تھا:

اول:

مذاہب اربعہ چاروں اماموں کی طرف منسوب ہیں: یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ جمیعاً

حنفی مذہب امام ابو حنیفہ کی طرف، اور مالکی مذہب امام مالک کی طرف، اور شافعی مذہب امام شافعی کی طرف، اور حنبلی مذہب امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے

دوم:

ان اماموں نے فقہ کتاب و سنت سے انہ کی، اور یہ سب اس میں مجتمع تھے، اور مجتہد کا اجتہاد صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی، اگر اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اجتہاد اور صحیح ہونے کا اسے ڈبل اجر ملتا ہے، اور غلط ہو تو اسے اجتہاد کا اکہر اجر ملتا ہے، اور وہ اپنی غلطی معذور ہوگا

سوم:

کتاب و سنت سے استنباط کرنے کی استطاعت اور قدرت رکھنے والا شخص کتاب و سنت سے اسی طرح اخذ کریگا اور لے گا جس طرح اس سے پہلوں نے لیا ہے، اور جس میں وہ حق کا اعتقاد رکھتا ہے اس میں اسے تقلید جائز نہیں، بلکہ اسے وہ حق لینا ہوگا، اور جس سے وہ عاجز ہو اور اس کی ضرورت ہو اس میں تقلید جائز ہے

چہارم:

جبے استنباط کرنے کی قدرت و استطاعت نہ ہو اس کے لیے اس کی تقلید کرنا جائز ہے جس پر اس کا دل مطمئن ہو، اور جب اس کے دل میں عدم اطمینان ہو تو اسے مسئلہ دریافت کرنا چاہیے حتیٰ کہ اسے اطمینان ہو جائے



پہنچم :

اوپر جو بیان ہوا ہے اس سے یہ واضح ہوا کہ ہر حال اور ہر دور میں ان کے اقوال کی پیروی نہیں کی جائیگی؛ کیونکہ ہو سکتا ہے ان سے غلطی ہو گئی ہو، بلکہ ان کے اقوال میں سے جو حق ہے اور اس کی دلیل ملتی ہے، اس کی اتباع ہوگی "انتہی

دیکھیں : فتاویٰ البینۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (28/5)۔

اور فتاویٰ جات میں یہ بھی درج ہے :

"جو کتاب و سنت سے احکام استنباط کرنے کا اہل ہو، اور اس پر اسے قوت حاصل ہو، چاہے فقہی ثروت سے جو ہمیں سابق علماء اسلام سے ملی ہے اس کی معاونت سے ہی ہو تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے تاکہ وہ اس پر عمل کرے، اور اس کے ساتھ فیصلے کرے، اور لوگوں کو فتویٰ دے

اور جو اس کا اہل نہ ہو، تواسے امانتدار اور موثق قسم کے علماء کرام سے دریافت کرنا چاہیے تاکہ مذاہب اربعہ میں سے بغیر تعقید کے ان کی کتب سے حکم معلوم کرے اور اس پر عمل کرے، لوگ ان چار کی طرف ان کی شہرت اور ضبط کتاب اور اس کے پھیل جانے اور اس کی تسہیل کی بنا پر رجوع کرتے ہیں

اور جو کوئی یہ کہے کہ متعلمین پر مطلقاً تقلید واجب ہے تو وہ غلطی پر ہے، اور جاد ہے، اس نے متعلمین پر عموماً سوء ظن کیا ہے، اور جس میں وسعت تھی اس میں تنگی پیدا کی ہے

اور جو کوئی تقلید کو مشہور مذاہب اربعہ میں محصور کرتا ہے وہ بھی غلط ہے، اس نے بغیر کسی دلیل کے وسعت میں تنگی کی ہے، امی کے لیے ائمہ اربعہ وغیرہ کے فقہاء میں سے کسی فقیہ میں کوئی فرق نہیں مثلاً : للیث بن سعد اور اوزاعی وغیرہ دوسرے فقہاء برابر ہیں

اور کسی انسان کا یہ دعویٰ کہ وہ صرف اس پر عمل کریگا جس پر فقہاء کا اتفاق ہے، اس کو دیکھا جائیگا : اگر تو وہ اجماع کو لیتا ہے، اور استنباط کی اہلیت ہونے کی بنا پر اختلافی مسائل میں اجتہاد کرتا ہے تو یہ ممکن ہے

لیکن اگر وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتا اور کسی مذہب کو نہیں لیتا، یا کسی عالم کی تقلید نہیں کرتا، تو اس کا معنی ہے کہ وہ اکثر مسائل میں جاہل رہے گا؛ اس لیے کہ اختلافی مسائل کی نسبت اجماع والے مسائل بہت کم ہیں

خلاصہ یہ ہوا کہ :

احکام شریعت کی معرفت کے دور طریقے ہیں :

اول :

استطاعت و قدرت رکھنے والے شخص کا انہیں کتاب و سنت کے دلائل سے استنباط کرنا

دوم :

جو خود استنباط نہیں کر سکتا اور دلائل سے استنباط کرنے سے عاجز ہے اس کا اہل علم سے دریافت کرنا، اور ان کے اقوال پر عمل کرنا، اور اس وقت وہ سب سے زیادہ عالم اور ورع و تقویٰ کے مالک کی تقلید کرے، اور اس کے لیے کسی معین مذہب یا سب مسائل میں کسی معین شخص کی اتباع لازم نہیں "



دیکھیں: فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (41/5).

واللہ اعلم.

اسلام سوال و جواب

99844